علم اصول فقہ کا ارتقاء

(اواخر عہد مغلیہ)

فاروق حسن ☆

مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر (م ١٧٠٧ء) کے بعد مغلیہ سلطنت رو بہ زوال ہونا شروع ہوئی [1] اور آنے والی نصف صدی میں مغلیہ سلطنت میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا عمل دخل بڑھنے لگا۔ انگریزوں نے پلاسی کی لڑائی (١٧٥٧ء/١١٧١ھ) میں بنگال کے صوبیدار کو شکست دے کر اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو کم وبیش دوسو سال تک قائم رہی۔ مغلیہ دور کے عہد زوال میں عام مسلمان مذہبی اختلافات کا شکار اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے [2] مظہر بقا نے ہندوستان میں شاہ ولی اللہ (م ١٧٠٣ء) کے زمانے تک لکھی جانے والی اصول فقہ پر ٤٦ کتابوں کا ذکر کیا ہے [3] جن میں زیادہ تر مستقل تصانیف کے بجائے شروح، حواشی اور مختصرات ہیں۔ [4] اس مقالہ میں بارہویں صدی ہجری یعنی اٹھارویں صدی عیسوی کے اصولیین کی تحریری خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

١۔ محمد جمیل بن مفتی عبدالجلیل بن مفتی شمس الدین برونوی جونپوری (١٠٥٥ھ-١١٢٣ھ):

جونپور میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی درسی کتب شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی اور نور الدین جعفر بن عزیز اللہ سے پڑھیں وہ اپنے زمانے کے جید عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ نزهة الخواطر میں ہے: ''والحسامی و أجزاء من نور الأنوار'' (یعنی حسامی کی شرح اور نور الانوار کے کچھ حصوں کی شرح لکھی) [5]

٢۔ جمال الدینؒ بن رکن الدین العمری چشتی گجراتی (١٠٨٨ھ-١١٢٤ھ/١٦٧٧ء-١٧١٢ء):

احمد آباد میں پیدا ہوئے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اپنے والد گرامی سے علمی وروحانی فیض حاصل کیا۔ درس وافادہ، تصنیف وتالیف میں مشغولیت اختیار کی وہ بہت عبادت گذار تھے ان کی ایک سو بیالیس (١٤٢) تصانیف شمار کی گئی ہیں۔ انہوں

☆ ڈاکٹر فاروق حسن، اسسٹنٹ پروفیسر، ہیومینیٹیز ڈپارٹمنٹ، این ای ڈی انجینرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی، کراچی۔

نے حاشیہ التلویح تالیف کیا۔[۶] التلویح جو التنقیح کی شرح ہے۔اس شرح پر کم از کم ۵۷حواشی وتعلیقات ہیں۔ جمال الدین گجراتی کا التلویح پر۳۳ واں حاشیہ ہے۔[۷]

۳۔ احمد بن ابوسعید حنفی، المعروف ملا جیون (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ/ ۱۶۳۷ء-۱۷۱۷ء):

لکھنو کے قریب قصبہ امیٹھی کے رہنے والے تھے۔[۸] غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔ سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔حصول علم کے لیے مختلف علاقوں کے سفر کیے۔ سولہ برس کی عمر میں تعلیم مکمل کی۔ ۱۱۰۵ھ یا ۱۱۰۲ھ میں پہلی بار مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا اور پھر۱۱۱۲ھ/ ۱۷۰۰ء میں دوبارہ حج وزیارت کے لیے گئے وہاں پانچ برس قیام کے بعد ہندوستان واپس آ گئے ۔شہنشاہ عالمگیر نے ان سے زانوے تلمذ طے کیا یہ یقیناً ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۳ءاور ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء کے درمیان کا زمانہ ہوگا جس سال اورنگ زیب تخت نشین ہوا بہت ممکن ہے کہ شہنشاہ نے اپنی تخت نشینی کے بعد ملا جیون سے بعض کتابیں پڑھی ہوں۔ انہوں نے اپنے آبائی شہر امیٹھی میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور ممکن ہے کہ وہاں فن اصول فقہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہو۔ اس مدرسہ کی تفصیلات کو خادم حسین نے تاریخ قصبہ امیٹھی میں بیان کیا ہے[۹] ان کا انتقال تراسی برس کی عمر میں دہلی کی جامع مسجد میں ہوا اور آپ اپنے آبائی شہر میں مدفون ہیں۔ اصول فقہ میں آپ کی خدمات ہیں مثلاً التفسیرات الأحمدیه فی بیان الآیات الشرعیه مع تعریفات المسائل الفقهیه قمری تقویم کے حساب سے صرف اکیس برس کی عمر میں وہ تفسیرات الأحمدیه مکمل کر چکے تھے۔[۱۰] ملا جیون نے نور الأنوار فی شرح المنار کو مدینہ منورہ کے چند طلبہ کی درخواست پر دو ماہ کے مختصر عرصے میں لکھا۔[۱۱] نزهة الخواطر میں ہے:''صنفه فی المدینة المنورہ فی شهرین ، شرح فی تصنیفه ربیع الأول سنه خمسومائة وألف وفرغ منه فی سابع جمادی الأولی من السنة المذکورة وهو شرح نفیس ممزو حامل المتنتلقاه العلماء بالقبول تعلیقا وتدریسه ''[۱۲] (ترجمہ: اس شرح کو مدینہ منورہ میں دو ماہ میں تصنیف کیا تھا اسے یکم ربیع الاول ۱۱۰۵ھ میں لکھنا شروع کیا اور اسی سال ۷/ جمادی الاولی میں اس سے فراغت پائی۔ یہ ایک بہترین شرح ہے جو اپنے متن کے ساتھ ہے تمام علماء نے اسے پسند کیا تھا اور مدارس میں یہ اب بھی پڑھائی جارہی ہے)۔

دراصل التفسیرات الأحمدیه ایسے احکام شرعیہ سے بحث کرتی ہے جنہیں صرف قرآن حکیم ہی سے مستخرج کیا گیا ہے۔[۱۳] حرکة التالیف میں اس کتاب پر ان الفاظ سے تبصرہ کیا گیا ہے''جمع فیه الأیات القرانیه التی تستخرج منها الأحکام الفقهیه و تستنبط منها القواعد الأصولیه والمسائل الکلامیه ثم فسرها وشرحها باحسن وجه یقبله العقل والمنطق''[۱۴] (ترجمہ: انہوں نے اس میں ان آیات قرآنیہ کو جمع کیا جن سے احکام فقہ کا استخراج اور قواعد اصولیہ اور کلامی مسائل کا استنباط ہوتا ہے پھر ان کی تفسیر اور شرح ایسے عمدہ پیرائے میں کی جسے عقل اور منطق قبول کرتی ہے)۔ التفسیرات الأحمدیه کے مطالعہ سے صاف نظر آتا ہے کہ وہ جگہ جگہ اس میں اصول فقہ کے مسائل کی تطبیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس بارے میں

مختلف آراء تھیں بعض کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ (زر) لیکر رہا کردیا جائے جس کو قبول کرلیا گیا۔[۱۵] اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ماكان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض تريدون عرض الدنيا والله يريد الاخرة والله عزيز حكيم لولا كتب من الله سبق لمسكم فيما أخذتم عذاب عظيم فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا﴾ [۱۶] (ترجمہ: نبی کے زمین میں غلبہ حاصل کر لینے تک جنگی قیدی اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔ اگر پہلے سے حکم الٰہی نہ ہوتا (کہ خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور بڑی...... پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔ سو کھاؤ جو تم نے حلال (اور) پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے)۔ ملا جیونؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''انما وقع هذه المصلحة منكم بسبب اجتهاد كم و رايكم...وحكمه أنه لايعذب احدا بالعمل بالاجتهاد '' [۱۷] (ترجمہ: اے نبی ﷺ) یہ جو مصلحت تمہارے اجتہاد اور رائے کے سبب سے واقع ہوئی....اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے اس لئے کسی کو بھی سزاوار نہیں ٹھہرایا جائے گا) اور پھر اس کے بعد ملا جیونؒ اس سے نکلنے والے ثمرہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فعلم من هذا جواز الاجتهاد فيكون حجة على منكرى القياس '' [۱۸] (ترجمہ: اس سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بات منکرینِ قیاس کے لئے ایک واضح دلیل ہے)۔

نور الأنوار في شرح المنار یہ دراصل ابوالبرکات عبداللہ بن احمد معروف بہ حافظ الدینؒ النسفی حنفی (متوفی ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء) کے متن المنار کی شرح ہے۔ یہ متاخرین کی کتب میں سے ایک بہترین کتاب ہے اور برصغیر کے مدارس میں متداول رہی ہے۔ مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں: ''ہندی نصاب میں اصول فقہ کا یہ مشہور متن یعنی المنار نسفی بھی داخل تھا بعد کو اس کی بہترین شرح ملا جیونؒ ہندی نے نور الانوار کے نام سے لکھی جو مصر سے چھپ چکی ہے'' [۱۹]۔ المنار پر ۳۲ سے زائد شروح، ان شروح پر حواشی، نظم و تعلیقات لکھے گئے۔ یہ شرح لکھنے والوں کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے اعتبار سے ۳۰ ویں نمبر آتی ہے یعنی اس سے قبل المنار کی کم از کم ۲۹ شروح لکھی جا چکی تھیں۔ [۲۰] ملا جیونؒ کی اس شرح (نور الانوار) پر شیخ محمد عبدالحکیم لکھنویؒ حنفی (متوفی ۱۲۸۵ھ) نے حاشیہ تحریر کیا اور اس کا نام قمر الأقمار رکھا۔

۴۔ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء):

بنارس میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشوونما پائی اور وہیں انتقال فرمایا۔ فقہ، اصول، منطق، کلام اور دوسرے علوم کے عالم اور حافظ قرآن بھی تھے۔ درسی کتابیں شیخ محمد ماہ دیوگامی اور شیخ قطب الدین حسینی وغیرہ سے پڑھیں۔ شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں لکھنو میں عہدہ صدارت پر فائز رہے۔ اس زمانے میں قاضی محبّ اللہ بن عبدالشکور بیاری وہاں کے قاضی تھے اس لیے ان دونوں کے درمیان مباحثے اور علمی مقابلے اتنے ہوئے کہ صفحے پر صفحے بھر گئے۔ ملا نظام الدین جن کے نام پر درسِ نظامی ہے وہ بھی آپ کے تلامذہ میں شامل تھے۔ انہوں نے کئی یادگار کتابیں چھوڑیں۔ المفسر في الأصول اور شرح محكم الأصول [۲۱] یہ دراصل المفسر کی شرح ہے۔ اور حواش على التلويح، محشیین کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے لحاظ سے یہ التلويح پر پینتیسواں (۳۵ واں) حاشیہ ہے۔ [۲۲] نزهة

الخواطر میں ان کی تصانیف کو بڑی قیمتی اور مفید بتایا گیا ہے چنانچہ اس طرح مذکور ہے: "وله مصنفاته الرشيقة الممتعه المفسرو شرحه المحكم فی أصول الفقه" اور پھر لکھا "وله حواش وشروح علی العضدی و التلويح"[۲۳]

۵۔ بہاؤالدین محمد بن تاج الدین حسن الاصبہانی امامی (۱۰۶۲ھ-۱۱۳۷ھ):

یہ شیعہ امامی علماء میں سے تھے۔انہوں نے الخور البديعة (البريعه) فی أصول الشريعه اور رموز الأحكام الشريعه من الخمسة التكليفية و الوضعيه[۲۴] تالیف کیں۔

۶۔ ابوالحسن نورالدینؒ محمد بن عبدالھادی سندھی کبیر حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ/۱۷۳۵ء):

ان کی صوبہ سندھ کے ٹھٹھہ شہر میں ولادت ہوئی۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مستقل سکونت اختیار کر لی وہیں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ سید محمد بن عبدالرسول برزنجی اور شیخ ابراہیم بن حسن کورانی مدنی وغیرہ سے علوم طریقت حاصل کیے۔حرم نبوی میں درس دینے لگے جس سے ان کی ذکاوت وفضیلت کے چرچے ہونے لگے۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً صحاح ستہ میں سے ہر ایک پر حاشیہ لکھا صرف جامع الترمذی کا حاشیہ مکمل نہیں ہوسکا۔انہوں نے تاج الدینؒ سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ/۱۳۲۷ء-۱۳۶۹ء) کی کتاب جمع الجوامع کی شرح پر حاشیہ لکھا۔جبکہ نزهة الخواطر میں اس طرح مذکور ہے: "حاشيه علی حاشية شرح جمع الجوامع لابن القاسم المسماة بالايات البينات"[۲۵] انہوں نے جمع الجوامع کی شرح پر لکھے گئے حاشیہ پر حاشیہ لکھا تھا۔

۷۔ نورالدین احمدؒ بن محمد صالح احمد آبادی گجراتی حنفی (۱۰۶۳ھ-۱۱۵۵ھ):

ان کا شمار جید علماء میں ہوتا تھا۔انہوں نے درسی کتب احمد بن سلیمان گجراتی اور فرید الدین احمد آبادی سے پڑھیں۔علم حدیث اور علم طریقت شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری سے حاصل کیا۔ وہ ۱۹ برس کی عمر میں حرمین شریفین گئے اور حج وزیارت کر کے ہندوستان واپس آ گئے۔انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔وہ احمد آباد میں مدفون ہیں۔انہوں نے حاشیه علی التلويح تالیف کیا[۲۶] اور یہ لکھنے والوں کی تاریخ وفات کی زمنی ترتیب کے اعتبار سے التلويح کا ۳۷واں حاشیہ ہے۔[۲۷]

۸۔ نظام الدینؒ بن قطب الدین بن عبدالحلیم انصاری (۱۰۸۸ھ-۱۱۶۱ھ/۱۶۷۷ء-۱۷۴۷ء):

سہالی میں پیدا ہوئے اور لکھنو میں وفات وتدفین ہوئی۔ وہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں نابغہ روزگار تھے،ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ لکھنو اور پھر بنارس جا کر حافظ امان اللہ بن نوراللہ بنارسی (متوفی ۱۱۳۳ھ) کی شاگردی اختیار کی۔ درس وتدریس میں شہرت پائی اوران کی تصانیف کو زندگی ہی میں قبولیت حاصل ہوئی۔ ہندوستانی علماء نے ان کے درسی نصاب کو اپنے مدارس میں اپنایا۔انہوں نے چالیس سال کی عمر میں شیخ عبدالرزاق بن عبدالرحیم بانسوی (متوفی ۱۱۳۵ھ) سے سلسلہ قادریہ میں

بیعت کی۔ باکمال شاگردوں کی جماعت تیار کی اور کتابیں لکھیں۔امام فضل حق خیر آبادی نے نظام الدین کو کثیر التصانیف لکھا ہے ''تصانیف بسیار درعلوم حکمیه واصول دارد''۔۲۸؎ نزهة الخواطر میں ہے:''ومن مصنفاته شرحان علی مسلم الثبوت للقاضی محب الله الأطول و الطویل وشرح له علی منار الاصول''اس عبارت سے واضح ہے آپ نے اصول فقہ میں یہ کتابیں لکھیں۔الأطول شرح مسلم الثبوت للقاضی محب الله ۔اس شرح کے بارے میں عبدالحی لکھتے ہیں:''واما شرحه الأطول علی مسلم الثبوت فانه فقد منه مدة طویلة''(ترجمہ:اوران کی مسلم الثبوت کی شرح الاطول بہت زمانے سے نایاب ہے)اورالطویل شرح مسلم الثبوت للقاضی محب الله ۔ نظام اللہ نے مسلم الثبوت کی دوشرحیں لکھی تھیں ایک بہت طویل اوردوسری طویل۲۹؎۔اور الصحیح (الصبح) الصادق شرح منار الأنوار اورشرح التحریر من اصول الدین (اصول الفقه) یہ شرح مکمل نہ ہوسکی۔بعد میں ملاعبدالعلی محمد بحرالعلوم نے پایہ تکمیل تک پہنچائی۔۳۰؎ مظہر بقانے بھی شرح التحریر کا تذکرہ کیا ہے۔۳۱؎ اس کے علاوہ شرح المنازریہ بھی تالیف کی۔یہ راجہ منازر بن اسماعیل حسن پوری کی کتاب المنازریہ کی شرح ہے۔۳۲؎

۹۔ شاہ ولی اللہؒ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین دہلوی حنفی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ/۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء):

فقیہ،محدث،مفسراوراصولی تھے۔حفظ قرآن وتحصیل علوم کی تکمیل کے بعد پندرہ برس کی عمر سے بارہ برس تک اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔انہوں نے علوم ظاہرہ،تفسیر،حدیث،فقہ،عقائد،نحووصرف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔۱۱۴۴ھ میں حرمین شریفین کاسفرکیااور وہاں کے شیوخ سے مستفید ہوئے پھرواپس دہلی لوٹ آئے۔مختلف فنون وموضوعات پرمتعدد کتابیں لکھیں۔آپ کی زیادہ ترکتابیں عربی زبان میں ہیں۔اورنگ زیب عالمگیر کی وفات سے چارسال پہلے پیداہوئے یعنی وہ مغل سلطنت کے عہد زوال اور برصغیر میں مغرب کے معاشی،تہذیبی،نفسیاتی اورسیاسی غلبہ کے درمیانی عہد سے تعلق رکھتے تھے۔

شاہ ولی اللہؒ نے سوائے عقد الجید فی أحکام الاجتهاد و التقلید کے اصول فقہ کے جمیع ابواب پرمحیط مکمل کتاب نہیں لکھی،وہ اس میں ابوابِ اصول فقہ میں سے ایک باب''الاجتہادوالتقلید''کوزیر بحث لائے ہیں مگر جمیع مسائل اصول فقہ میں آپ کی منتشرہ صورت میں آراءموجود ہیں جنہیں ڈاکٹرمظہر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ بعنوان اصول فقه اور شاہ ولی الله میں یکجا کیا ہے۔اس پرکراچی یونیورسٹی،پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی اور یہ مقالہ کتاب کی صورت میں بقاءپبلیکیشنز کراچی سے۱۹۸۶ءمیں چھپ چکا ہے جو۶۳۲صفحات پرمشتمل ہے۔اس کتاب کوکئی اعتبار سے اہمیت حاصل ہے۔ مولاناعبدالحی نے اجتہادوتقلید پرلکھی جانے والی ہندوستانی علماء کی تصانیف میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہؒ کی عقد الجید ہی کو شمارکرایا ہے اوراس کے بعد۱۳۸ایسے کتب ورسائل شمارکرائے جوشاہ صاحب کے بعداس بحث پرلکھے گئے۔۳۳؎یہ کتاب مختلف زبانوں میں،مختلف مقامات سے شائع ہوتی رہی۔مکتبہ السلفیہ،قاہرہ سے۱۹۶۵ءمیں عربی زبان میں چھپی۔دارالفتح الشارقہ سے ۱۴۱۵ھ میں شیخ عبداللہ السبت کی تقدیم اورمحمد علی الحلبی الاثری کی تحقیق کی ساتھ چھپی۔مولانا محمداحسن صدیقی نانوتوی نے

سلک المـوارد کے نام سے ۱۳۰۹ھ میں اردوزبان میں ترجمہ کیا جو میں مکتبہ مجتبائی، دہلی سے شائع ہوا، مولانا محمد حسین نے بھی اس کا اردوزبان میں ترجمہ کیا جومطبعہ فاروقی دہلی سے ۷۴-۱۸۷۳ء/۱۲۹۰ھ میں شائع ہوا۔

المراغی نے لکھا ہے:''من مؤلفاته الانصاف فی بیان سبب الاختلاف وهو کما یری من اسمه کتاب فی أصول الفقه ''۳۴ ؎ (ترجمہ:ان کی مؤلفات میں سے ایک الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ہے اورجیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ اصول فقہ میں کتاب ہے)۔شاہ ولی اللہؒ کی یہ کتاب مختلف زبانوں میں، مختلف مقامات سے شائع ہوچکی ہے، یہ کتاب عربی زبان میں مکتبہ محب الدین الخطیب قاہرہ سے ۱۹۶۵ء میں اورھیئۃ الاوقاف پنجاب لاہور سے راشد احمد جالندھری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ دارالنفائس، بیروت سے ۱۹۷۸ء میں عبدالفتاح ابوغداہ کی تحقیق سے اوردارحزم، بیروت سے محمد صبحی بن حسن حلاق اور عامر حسین کی تحقیق ،تعلیق اور تخریج احادیث کے ساتھ ۱۷۴ صفحات میں شائع ہوچکی ہے۔ یہ کتاب دہلی مطبعہ مہا کاشی (سنہ ندارد) سے بھی چھپ چکی ہے۔محمد عبداللہ بلیاوی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جولکھنو سے ۱۸۸۶ء/۱۳۰۴ھ میں چھپا۔ادر کشاف فی ترجمة الانصاف کے نام سے محمد احسن صدیقی نے اردو میں ترجمہ کیا جو مکتبہ مجتبائی، دہلی سے ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا۔ غلام مصطفیٰ قاسمی نے سندھی زبان میں ترجمہ کیا جو شاہ ولی اللہ اکیڈی، حیدرآباد سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔محمد عبد الوھاب نے *Difference of Opinion in Fiqh* کے نام سے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جولندن سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔

اصول فقہ سے متعلق ان کی بہت سی آراء ہیں جیسے امام بزدویؒ فرماتے ہیں:''والـدلیـل عـلـی ان المـلازب هـوالـذی مـکـنـا ان ابا حنیفة رحمة الله قال ان الخاص لایقضی علی العام بل یجوز ان ینسخ الخاص به مثل حـدیـث العـرنین فی بول مایو کل کل لحمه ''۳۵ ؎ (ترجمہ:اس بات کی دلیل کہ مذہب یہی ہے جو ہم نے بیان کیا امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ خاص عام پر قاضی نہیں ہوسکتا بلکہ ممکن ہے عام خاص کومنسوخ کردے جیسے حلال مویشیوں کے بول کے بارے میں عرینہ والوں کی حدیث) بزدویؒ اس اصل کوفروعات مرویہ پر مبنی بتانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کو براہ راست امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاص عام کوختم نہیں کرسکتا بلکہ عام خاص کومنسوخ کرسکتا ہے۔شاہ ولی اللہؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی تحقیق کے مطابق یہ نسبت یااس طرح کی نسبت امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب کی طرف درست نہیں وہ لکھتے ہیں:''لاتـصـح بها روایة عن ابی حنیفة وصاحبیه''۳۶ ؎ (ترجمہ:ان کوابوحنیفہ اوران کے دونوں اصحاب سے مروی بتانا درست نہیں۔)

امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب سے منسوب اصول وقواعد کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ الانـصـاف فی بیان سبب الاختلاف میں فرماتے ہیں:''انـی وجدت اکثرهم یزعمون ان بناء الخلاف بین أبی حنیفة والشافعی علی هذا الاصـول المذکورة فی کتاب البزدوی ونحوه وانما الحق ان اکثرها أصول مخرجة علی قولهم وعندی ان المسائلة القائلة بان الخاص مبین ولایلحقه البیان وان الزیادة نسخ وأن قطعی العام کالخاص وان لاترجیح بـکثـرة الـرواة وانـه لایـجب الـعـمـل بـحدیث غیر الفقیه اذا انسد باب الرای ولا عبرة بمفهوم الشرط والـوصف اصلا وان موجب الامر هو الوجوب البتة، والمثال ذلک اصول مخرجة علی کلام الائمة وانها

لاتصح بھا روایة عن ابی حنیفة وصاحبیه وانه لیست المحافظة علیھا والتکلف فی جواب مایرد علیھا من صنائع المتقدمین فی استنباطھم کما یفعله البزدوی وغیرہ''۳۷ (ترجمہ:اکثر لوگ اس زعم کا شکار ہیں کہ ابوحنیفہؒ اورشافعی کا اختلاف بزدویؒ وغیرہ کی کتابوں میں ذکر کردہ اصولوں پر مبنی ہے۔لیکن حق یہ ہے کہ یہ اصول زیادہ تر ان کے اقوال سے متخرج ہیں۔میرا خیال ہے کہ یہ قاعدہ کہ ''خاص واضح ہوتا ہے اور اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں'' یا یہ کہ زیادۃ علی کتاب اللہ نسخ کا حکم رکھتی ہے یا یہ کہ ''عام خاص کی طرح قطعی ہوتا ہے'' یا یہ کہ ''کثرتِ روایات موجبِ ترجیح نہیں'' اور یہ کہ ''غیر فقیہ راوی کی حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں، جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے قیاس کا خلاف آتا ہو'' اور یہ اصول کہ ''شرط اور وصف کا مفہوم معتبر نہیں'' یا یہ کہ ''امر وجوب کے لئے ہوتا ہے''۔ مذکورہ بالا جملہ اصول وقواعد ائمہ کے کلام سے متخرج ہیں اور کسی روایت میں یہ ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے منقول نہیں ہیں۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان قواعد کی پابندی اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دینے میں تکلف سے کام لینا، جیسا کہ بزدوی کا انداز ہے متقدمین کا شیوہ ہرگز نہیں تھا)۔

شاہ ولی اللہؒ مندرجہ بالا بیان کو اپنی کتاب حجة اللہ البالغة میں بھی لائے ہیں۔۳۸ پھر ان قواعد کے ائمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ اس قاعدہ ''غیر فقیہ راوی کی روایت خلافِ قیاس ہو تو اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے'' پر عمل ترک کردیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''ویکفیک دلیلا علی ھذا قول المحققین فی مسئلة لایجب العمل بحدیث من اشتھر بالضبط والعدالة دون الفقه اذا انسد باب الرای کحدیث المصراة ان ھذا مذھب عیسیٰ بن ابان ''۳۹ (ترجمہ: ان قواعد کے ائمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر محققین کا یہ قول کافی ہے کہ یہ قاعدہ کہ ایک راوی جو ضبط عدالت میں معروف ہو مگر فقہ میں شہرت نہ رکھتا ہو اس کی وہ روایت واجب العمل نہیں جس سے رائے وقیاس کا راستہ بند ہو جاتا ہے جیسے حدیث مسراۃ (وہ بکری جس کا دودھ کئی روز سے دوہا نہ گیا ہو) یہ عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے)۔

۱۰۔ حمداللہ بن شکراللہ بن دانیال الصدیقی (متوفی ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء):

حکیم، منطقی، اصولی اور طبیب تھے۔سندیلہ میں ولادت، نشوونما اور وفات ہوئی۔ شیخ قطب الدین اونتی کے مقبرہ (دہلی) میں مدفون ہوئے۔ وہ مذہباً شیعہ تھے۔ علماء اجلہ میں ان کا شمار تھا۔ شیخ کمال الدین فتح پوری اور نظام الدین (متوفی ۱۱۶۱ھ) بن قطب الدین سہالوی سے علم حاصل کیا۔علم وتدریس میں درجہ امامت کو پہنچے۔ اودھ کے حاکم نے ان کو فضل اللہ خان کا لقب دیا اور مختلف دیہات ان کے نام کردیے تو شیخ حمداللہ نے سندیلہ شہر میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد ڈال دی۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔فاضل محب اللہ بہاری کی سلم العلوم پر ایک بڑی شرح لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور مدارس کے نصاب میں داخل رہی۔انہوں نے شرح زبدة الأصول للعاملی تالیف کی۴۰ دراصل زبدۃ الاصول شام میں پیدا ہونے والے اور طوس میں مدفون بہاؤالدین، محمد بن حسین بن عبدالصمد الحارثی العاملی الھمدانی، (متوفی ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء) کی کتاب ہے جس کی حمداللہ نے شرح لکھی۔

۱۱۔ عبدالحقؒ فرنگی محلّی (متوفی ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۴ء):

احمد عبدالحقؒ بن محمد سعید بن قطب الدین فرنگی محلّی نے اپنے چچا ملا نظام الدینؒ سے اکتساب فیض کیا اور پھر مدرسہ فرنگی محلّی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لکھنو کے اکابرین میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے شرح مسلم الثبوت تالیف کی۔[۴۱]

۱۲۔ شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی صغیر (متوفی ۱۱۸۷ھ):

جید عالم ومحدث تھے۔ ان کی سندھ میں ولادت ہوئی اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ وہاں شیخ محمد حیات سندھی وغیرہ سے علم حاصل کیا اور وہیں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ متعدد کتابیں لکھیں اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بروز جمعہ مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ انہوں نے جامع الاصول کی شرح لکھی۔[۴۲]

۱۳۔ رستم علیؒ بن علی اصغر صدیقی قنوجی (۱۱۱۵ھ-۱۱۷۸ھ/۱۷۰۳ء-۱۷۶۷ء):

ان کی قنوج میں ولادت وتدفین ہوئی۔ ان کی وفات اور چھ ماہ تک پہلی تدفین بریلی میں رہی۔ فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ اکثر درسی کتابیں اپنے والدگرامی سے پڑھیں اور اُن کی وفات کے بعد لکھنو جا کر تمام کتابیں شیخ نظام الدینؒ السہالوی سے پڑھیں اور پھر واپس آ کر اپنے والد کے مدرسے میں تدریس کی۔ قنوج پر مرہٹوں کے تسلّط کے بعد فرخ آباد اور پھر بریلی آ کر یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ بریلی کے امیر نواب رحمت خان نے ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ انہوں نے منتخب نور الأنوار شرح منار الأنوار لملا جیون تالیف کی۔ نزهة الخواطر کے الفاظ ہیں: ''ومنه منتخب نور الأنوار شرح منار الأصول''۔[۴۳]

۱۴۔ قاضی عبدالنبیؒ احمد نگری (متوفی ۱۱۴۴ھ):

عبدالنبی بن عبدالرسول بن محمد بن عبدالوارث عثمان اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے۔ احمد نگر میں ولادت ونشونمائی ہوئی۔ ابتدائی کتب اپنے والد سے اور پھر عبداللہ احمد نگری اور سید بخش حسینی کرمانی خیر آبادی وغیرہ سے اور پھر گجرات جا کر شیخ قطب الدین عثمانی گجراتی وغیرہ سے پڑھیں۔ وہ احمد نگر میں قضاء کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ ساری زندگی درس وتدریس وتصنیف میں گذاری۔ وہ ۱۵۸۰ء میں حج کے لیے گئے۔ مغل بادشاہ اکبر کے عہد میں صدر الصدور تھے۔ اکبر، شیخ عبدالنبیؒ کا ول وجان سے معتقد تھا کبھی کبھی حدیث سننے ان کے گھر جاتا۔ شہزادہ سلیم کو ان کی شاگردی میں داخل کیا تا کہ جامی کی چہل حدیث ان سے پڑھے۔ شیخ عبدالنبی گنگوہی (متوفی ۱۵۳۷ء) قاضی عبدالنبیؒ کے دادا تھے۔ شیخ عبدالنبیؒ کا نام اس زمانے کی مذہبی تاریخی کتب میں کثرت سے آتا ہے۔ ایک بڑے پائے کے بزرگ اور لودھیوں کے عہد میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے حاشیہ علی الحسامی تالیف کیا۔[۴۴]

۱۵۔ شاہ فقیر اللہ بن عبدالرحمٰن بن شمس الدین علوی (متوفی ۱۱۹۵ھ-۱۷۸۱ء):

ولادت روتاس (افغانستان) اور وفات وتدفین شکار پور (سندھ) میں ہوئی۔اصلاً حصارک، جلال آباد، افغانستان سے تھے اور ہجرت کرکے شکار پور آگئے تھے۔علومِ ظاہر یہ کی تکمیل افغانستان و ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جید علماء، فقہاء و محدثین سے کی۔علوم باطنی میں کمال کے لئے پشاور میں شیخ محمد مسعود دائم کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور پھر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔وقت کے امراء وسلاطین، حکمران اور شہنشاہ جیسے افغانستان سے احمد شاہ ابدالی، قلات سے نصیر خان بلوچ، سندھ سے میاں سرفراز خان کلھوڑا اور مکران سے محبت خان بلوچ وغیرہ عام وخاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔ہمیشہ حکمرانوں کو خلقِ خدا کی خیر خواہی کی تلقین کی۔وہ حرمین شریفین بھی تشریف لے گئے۔عربی وفارسی میں مختصر وضخیم، منظوم ومنثور رسولہ اور بعض کے مطابق سترہ [۴۵] کتابیں لکھیں لیکن بعض اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ان کی کتاب **فتوحات الغیبیہ فی شرح عقائد الصوفیہ** پر سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے مقالہ کی سطح پر کام ہوا ہے۔انہوں نے اصولِ فقہ میں **منتخب الاصول** تالیف کی۔[۴۶]

۱۶۔ محمد حسن بن غلام مصطفیٰ انصاری سہالوی لکھنوی (متوفی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء):

لکھنو میں پیدا ہوئے اور وہیں نشونما پائی۔درسی کتب اپنے ماموں کمال الدین فتح پوری اور چچا نظام الدین انصاری سہالوی سے پڑھیں۔لکھنو میں پھر دہلی اور پھر رامپور میں تدریس کی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، وہیں انتقال فرمایا۔انہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔**نزهة الخواطر** میں ہے:"**ومنها شرح علی مسلم الثبوت فی الاصول من أوله الی اخر مبادی الأحکام**" (ترجمہ: انہوں نے فن اصول فقہ میں مسلم الثبوت کی ایک شرح لکھی جو اول کتاب سے مبادی الأحکام کے آخر تک ہے)[۴۷]

۱۷۔ شیخ اللہ داد گوپاموی (متوفی بارھویں صدی ہجری):

اللہ داد بن اللہ بخش بن عبدالحی عمری، قنوجی، گوپاموی بلند پایہ عالم، علماء ربانیین اور عباداللہ الصالحین میں سے تھے۔ **نزهة الخواطر** میں مصطفیٰ علی خان گوپاموی کی کتاب **تذکرۃ الانساب** کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے **اصول البزدوی** پر تعلیقات لکھے اور پھر وہ اپنے دعوی پر دلیل بھی پیش کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:"**له تعلیقات مفیدة علی اصول البزدوی، تمسک بقوله الشیخ احمد بن أبی سعید الأمیٹھوی فی التفسیر الاحمدی فی عدم جواز بیع الحر فی المخمصمة وغیر المخمصمة، انتهی، وفی هذا الکلام نظر لان الشیخ احمد تمسک بقول الشیخ اله داد الجونپوری شارح البزدوی والهدایة لابقول اله داد القنوجی**"[۴۸] (ترجمہ: اصول بزدوپیران کے بہترین تعلیقات ہیں۔انہوں نے اپنے دعویٰ میں اس قول کو پیش کیا کہ شیخ احمد بن ابی سعید امیٹھوی نے **تفسیر احمدی** میں یہ کہا کہ آزاد انسان کو انتہائی مجبوری کے تحت بھی کسی حالت میں بھی بیچنا جائز نہیں ہے۔انتہی۔مگر اس کلام میں نظر ہے اس لیے کہ شیخ احمد نے شیخ اللہ داد جونپوری کے قول کو دلیل میں پیش کیا ہے جو بزدوی اور ھدایہ کے بھی شارح ہیں وہ تو الہ داد قنوجی نہیں کہتے ہیں)۔

۱۸۔ مولوی محمد عبدالعلی قنوجی (متوفی بارھویں صدی ہجری):

عالم اجل اور بہترین فاضل تھے۔توابع کوڑہ، جہان آباد میں وفات پائی۔ اصول فقہ کی تعلیم اپنے بھائی مولانا رستم علی بن علی اصغر صدیقی قنوجی (متوفی ۱۷۶۷ء۔ ۱۱۷۸ھ) سے حاصل کی جنہوں نے اصول الفقہ میں منتخب نور الانوار تالیف کی۔ مولوی محمد عبدالعلی نے اصول الفقہ میں شرح منار کا حاشیہ لکھا۔۴۹ اس کے علاوہ ایک اور ہندوستانی عالم، اور اصولی، شیخ اسلم بن یحیی بن معین الحق کاشمیری (متوفی ۱۲۲۵ ھ) نے حسامی پر حاشیہ لکھا۔۵۰

خلاصہ بحث

ظہیرالدین محمد بابر نے ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی اور پھر مغلیہ عہد زرین کے چھٹے مغل حکمران شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر (متوفی ۹-۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے بعد سے برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے سیاسی زوال، معاشرتی انتشار، مذہبی اختلافات، معاشی تنگ دستی و بدحالی، تعلیمی وفکری انحطاط کا آغاز ہوتا ہے۔ بدلتے حالات و ماحول سے علماء مشائخ کا متاثر ہونا ایک فطری بات تھی۔ اس کے باوجود برصغیر کے علماء ومشائخ نے اپنی بساط کے مطابق فنِ اصول فقہ کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اس مقالہ کے آغاز میں مظہر بقا کے حوالہ سے بیان کیا جاچکا ہے کہ شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے زمانہ تک ہندوستانی علماء کی اصول فقہ پر ۴۶ کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس مقالہ میں برصغیر پاک وہند کے ان اٹھارہ اصولیین کی فن اصول فقہ پر ستائیس (۲۷) کتابوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو مغلیہ عہد کے دورِ زوال میں لکھی گئیں، سیاسی ومعاشرتی ابتری کے باوجود اس دور میں کئی نامور اصولیین اور ان کی گرانقدر خدمات نظر آتی ہیں۔ اس دور کے اصولیین نے زیادہ تر توجہ ماضی میں لکھی گئی ان کتابوں (جیسے اصول بزدوی، حسامی، المنار، تلویح وتوضیح) کی تشریحات، حواشی وتعلیقات وغیرہ پر مرکوز رکھی جو خراسان اور ماوراء النہر میں متداول تھیں اور وہاں کے اصولیین نے ان کتابوں کو ہندوستان میں درس وتدریس کے ذریعے متعارف کروایا تھا۔ اصولیین اور کتابوں کی اس تعداد سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ لگ بھگ اکیاسی برس کے زمانے میں صرف یہی تحریری خدمات رہی ہوں گی۔ فن اصول فقہ پر درس وتدریس کے حوالے سے تو بہت سے اساتذہ ومشائخ ید طولی رکھتے تھے لیکن جن اصولیین کی تصنیف وتالیف کے بارے میں ہمیں آگاہی ہوسکی صرف ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ اس فن کی بہت سی کتابیں اور وہ کتابیں جن میں اُن کے حالات مذکور تھے حوادث زمانہ کی نذر ہوگئیں ہوں۔ اور اصولیین اور ان کی کتابوں کا ذکر بھی مفقود ہو چکا ہو یا اب بھی کہیں مخطوطات کی صورت میں علماء اور باحثین کی توجہ کی منتظر ہوں۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ سیّد وقار عظیم، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وھند (۱۷۰۷ء-۱۸۰۳ء) (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء)

ج ۷، ص ۳۳۶۔ ۲ ایضاً، ص ۴۶۶۔

۳ محمد مظہر بقا، اصول فقه اور شاه ولی الله، (کراچی: ۱۹۸۶ء) ص ۱۷۵۔

۴ ایضاً۔

۵ عبدالحی بن فخر الدین الحسنی (متوفی ۱۳۴۱ھ)، نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، (رائے بریلی: مکتبہ دار عرفات، ۱۹۹۱ء/۱۴۱۲ھ، ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ) ج ۶، ص ۳۰۲-۳۰۳ [۵۵۶]۔

۶ محمد مظہر بقا، معجم الأصوليين، (مکہ مکرمہ: جامعہ ام القری، ۱۴۱۴ھ) ج ۲، ص ۲۰ [۲۴۹]۔ نیز نزهة الخواطر، ج ۶، ص ۶۴-۶۵ [۱۱۹]۔ نیز اسماعیل باشا بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ) هدية العارفين في اسماء المؤلفين وآثار المصنفين، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) ج ۲، ص ۲۰۔

۷ فاروق حسن، فن اصول فقه کی تاریخ: عهد رسالت مآب ﷺ تا عصر حاضر، (کراچی: دار الاشاعت ۲۰۰۶ء) ص ۴۳۳۔

۸ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۷۹ء) ص ۴۷۶۔

۹ اردو دائره معارفِ اسلامیه، (لاہور: دانش گاہ پنجاب طبع اوّل ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) ج ۷، ص ۶۰۶۔

۱۰ ایضاً، ص ۶۰۵۔

۱۱ عبداللہ المصطفی المراغی، الفتح المبين في طبقات الأصوليين، (بیروت: سنہ ندارد) ج ۳، ص ۱۲۴۔ نیز معجم الأصوليين، ج ۱، ص ۱۲۱-۱۲۲ [۸۶]۔

۱۲ نزهة الخواطر، ج ۶، ص ۲۱-۲۴ [۳۶]۔ ۱۳ اردو دائره معارفِ اسلامیه، ج ۷، ص ۶۰۶۔

۱۴ جمیل احمد، حركة التاليف في الاقليم الشمالي الهندي في القرنين الثامن عشر و التاسع عشر، (کراچی: جامعہ الدراسات الاسلامیہ، سنہ ندارد) ص ۱۰۸۔

۱۵ حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب ربط الأسیر وجواز المن علیہ۔

۱۶ الانفال: ۶۷-۶۹۔

۱۷ ملا جیون حنفی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) التفسيرات الأحمديه في بيان الايات الشرعيه، (بمبئی: مطبعہ الکریمی محشی مولوی رحیم بخش) ص ۴۴۵۔ ۱۸ ایضاً، ص ۴۴۶۔

۱۹ مناظر احسن گیلانی، پاک و هند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سنہ ندارد) ج ۱، ص ۱۴۷۔

۲۰ فن اصول فقه کی تاریخ، ص ۴۰۲-۴۰۸۔

۲۱ اسمٰعیل باشا بن محمد امین البابانی البغدادی، ایضاح المكنون في الذيل على كشف الظنون، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) ج ۴، ص ۴۴۴ اور ۵۳۰۔ نیز هدية العارفين، ج ۵، ص ۲۲۷۔ نیز معجم الأصوليين، ج ۱، ص ۲۸۱-۲۸۲ [۲۲۵] اور ج ۱، ص ۲۰۳-۲۰۴ [۱۵۲]۔

۲۲ فن اصول فقه کی تاریخ، ص۴۳۴۔ ۲۳ نزهة الخواطر، ج۶، ص۴۲-۴۴ [۷۹]۔

۲۴ هدية العارفين، ج۶، ص۳۱۸۔ ۲۵ ایضاً، ج۶، ص۳۱۸۔ نیز نزهة الخواطر، ج۶، ص۸۔

۲۶ نزهة الخواطر، ج۶، ص۴۰۱-۴۰۳ [۴۳۹]۔ نیز ایضاح المکنون، ج۴، ص۱۷۳۔ نیز مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، (بیروت: دارالفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) ج۱، ص۴۹۴۔ نیز محمد حنیف گنگوہی، تذکرة المصنفين، (کراچی: میر محمد کتب خانہ، سنہ ندارد) ص۲۱۵-۲۱۷۔

۲۷ فن اصول فقه کی تاریخ، ص۴۳۴-۴۳۱۔

۲۸ اختر راہی، تذکرہ مصنّفین درسِ نظامی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۷۸ء) ص۱۶۔

۲۹ نزهة الخواطر، ج۶، ص۳۹۴-۳۹۶ [۴۲۶]۔ ۳۰ تذکرہ مصنّفین درسِ نظامی، ص۱۶۔

۳۱ اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص۱۷۴۔ ۳۲ ایضاً، ص۴۴ اور ۵۲۔ ۳۳ ایضاً، ص۱۷۶۔

۳۴ الفتح المبين، ج۳، ص۱۳۰۔ نیز معجم الأصوليين، ج۱، ص۲۸۱-۲۸۲ [۲۲۵] اور ج۱، ص۱۴۷-۱۴۹ [۱۰۳]۔ نیز هدية العارفين، ج۵، ص۱۷۷۔ نیز نزهة الخواطر، ج۶، ص۴۰۹-۴۲۸ [۴۵۴]۔

۳۵ ابوالحسن علی بن محمد بن حسین البزدوی، أصول البزدوی، (کراچی: صدف پبلی کیشنز، سنہ ندارد) ج۱، ص۲۹۱۔

۳۶ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ-۱۷۶۳ء) حجة الله البالغه، (ادارہ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۵۲ھ) ج۱، ص۱۶۰۔

۳۷ شاہ ولی اللہ دہلوی، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، (دہلی: مطبعہ مہاکاشی، سنہ ندارد) ص۶۱۔

۳۸ حجة الله البالغه، ج۱، ص۱۶۰۔

۳۹ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص۶۳۔ نیز حجة الله البالغه، باب اختلاف الصحابہ والتابعین فی الفروع۔

۴۰ معجم الأصوليين، ج۲، ص۸۴ [۳۱۸]۔ نیز نزهة الخواطر، ج۶، ص۸ [۱۴۳]۔

۴۱ معجم الأصوليين، ج۱، ص۲۳۱ [۱۷۴]۔

۴۲ ایضاً، ج۲، ص۱۰۴ [۳۴۲]۔ نیز نزهة الخواطر، ج۶، ص۹۳-۹۴ [۱۲۶]۔

۴۳ نزهة الخواطر، ج۶، ص۱۷۹-۱۸۰ [۳۲۷]۔ نیز رود کوثر، ص۸۸-۹۶۔

۴۴ نزهة الخواطر، ج۶، ص۸-۹ [۱۱]۔

۴۵ ابوالخیر محمد زبیر، سندھ کے صوفیائے نقشبند، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء) ج۲، ص۴۴۳-۴۵۲۔

۴۶ عالم فقری، تذکرہ اولیائے پاکستان، (لاہور: شبیر برادرز، ۱۹۹۳ء) ج۲، ص۳۰۴-۳۰۵۔

۴۷ نزهة الخواطر، ج۶، ص۳۰۴-۳۰۶ [۵۵۸]۔ ۴۸ ایضاً، ج۶، ص۴۱ [۷۴]۔

۴۹ مولوی فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفيه، (کراچی: مکتبہ ربیعہ، سنہ ندارد) ص۴۷۵-۴۷۶۔

۵۰ ایضاً، ص۴۸۰۔